Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal | Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal | Impact Factor 5.3 | ISSN No. 2456-1665

سر سیّد احمد خاں۔ایک ادبی جامعہ

Sir Sayyad Ahmed Khan: A literary University

Dr. Mohd Abrarulhaq Abdul Zaher Amjad
Asst. Prof., Department of Urdu
Arts, Sci. & Comm. College, Badnapur
e-mail: abrarulhaq781@gmail.com

ڈاکٹر محمد ابرارالحق عبدالظاہر امجدؔ
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو
آرٹس، سائنس و کامرس کالج، بدناپور ضلع جالنہ (مہاراشٹر)

انیسویں صدی کے نصف آخر میں اُردو کے آسمان ادب پر جو ستارے روشن ہوئے ان میں سب سے روشن ستارہ سر سیّد احمد خاں کی ذات میں طلوع ہوا۔ ان کی شخصیت جامع کمالات تھی۔ وہ بیک وقت مصلح، مفکر، ماہر تعلیم، صحافی، مورخ اور صاحب اسلوب تھے۔ مصلح ایسے کہ زمانے کی بادِ صرصر کو نسیم سحری میں بدل دیا۔ مفکر ایسے کہ آنے والے دنوں کی نبض پہچان کر اپنے ہم وطنوں کو اس کے استقبال کرنے کی قوت بخشی، ماہر تعلیم ایسے کہ جدید تعلیم کی اہمیت وافادیت کو بھانپ کر اپنے ہم قوموں کو اس کے حاصل کرنے پر کمربستہ کیا۔ صحافی ایسے کہ وقت کے تقاضوں کا احساس کرکے مضامین لکھنے اور چھاپنے کی روایت قائم کی۔ مورخ ایسے کہ قدیم وجدید تاریخ کے تاریک گوشوں کو روشن کیا اور صاحب اسلوب ایسے کہ ان کے معاصرین بھی مخالفت کے باوجود اسی اسلوب کو اختیار کرنے پر مجبور ہوئے جو ان سے مختص ہے۔

مسلمانوں کے مصلح رہنما، اُردو نثر جدید کے ادیب، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی، تعلیم کے علمبردار، سر سیّد احمد خان کی ولایت درویش صفت شخص میر تقی ولد سیّد ہادی کے گھر ۵۔ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۱۷ کو دہلی میں ہوئی۔ ان کے اسلاف ہرات سے مغل بادشاہ شاہجہاں کے دور میں ہندوستان آئے تھے۔ والد نقشبندی بزرگ شاہ غلام علی کے مرید تھے۔ سر سید احمد خان بچپن ہی سے والد کے ہمراہ بادشاہ اکبر شاہ ثانی کے دربار میں جایا کرتے تھے۔ سر سیّد احمد خاں کی تربیت زیادہ تر انکی والدہ نے کی جو بڑی دور اندیش اور دانش مند خاتون تھی۔ شاہ غلام علی نے ہی ان کا نام احمد رکھا تھا۔ اور ان کی بسم اللہ کی تقریب شاہ صاحب کے ہی ہاتھوں عمل میں آئی۔

والد کے انتقال کے وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔ اس وقت ان کے خالو خلیل اللہ خاں صدر امین دہلی تھے۔ یہ بھی ان کے پاس بطور سر رشتہ دار ملازم ہوگئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ آگرے کے کمشنر کے دفتر میں نائب منشی ہوئے۔ ۱۸۴۱ء میں منصفی کا امتحان پاس کرکے مین پوری میں جج بن گئے اور پھر ترقی کرتے ہوئے '' جج سمال کاز'' (منصف عدالتِ خفیہ) اس حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۸۷۶ ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر اپنے مشن کی تکمیل کے لئے علی گڑھ میں مقیم ہوگئے۔ حکومت وقت کی طرف سے '' سر'' کا خطاب ملا تھا۔ ۱۸۷۸ء میں امپریل کونسل کے رکن نامزد ہوئے۔ ۱۸۶۹ء میں وہ انگلستان بھی گئے۔ ۱۸۸۲ء میں ایجوکیشن کمیشن کے رکن رہے اور ۱۸۸۷ء میں پبلک سروس کمیشن کے رکن نامزد ہوئے۔ ۱۸۸۸ء میں انھیں سی ایس آئی کا خطاب ملا۔ ۱۸۸۹ء میں ایڈانبرا یونیورسٹی نے ایل ایل ڈی کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ آخری برسوں میں ان کی طبعیت کافی خراب رہنے لگی۔ اسی حالت میں اپنا کام انجام دیتے رہے اور بالآخر ۵۔ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ ۲۷۔ مارچ ۱۸۹۸ء میں اپنے حقیقی مالک سے جا ملے۔

سر سیّد احمد خاں کے عظیم کارناموں میں ان کی ادبی خدمات کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ انھوں نے عمر کے سولہ برس میں قلم سنبھالا اور مرتے دم تک قلم کو خود سے جدا ہونے نہیں دیا۔ اس طویل سفر حیات میں سر سیّد احمد خاں نے اخبارات کی ایڈیٹری بھی کی، ترجمہ بھی کیا۔ رسائل بھی جاری کئے اور

کتابیں بھی تحریر کیں۔مکتوب نگاری میں طبع آزمائی کی لیکن ان سب میں نمایاں حیثیت ان کی مضمون نگاری اور مقالہ نگاری کی رہی۔مضمون نویسی ان کا محبوب مشغلہ تھا اور وہ اس مشغلہ میں بڑا اطمینان و سکون محسوس کرتے تھے۔

وہ خود کہتے ہیں کہ :

"جیسا تصنیف و تالیف میں میرا جی لگتا ہے،ایسا کسی اور کام میں نہیں لگتا۔"

(حیاتِ جاوید۔جلد دوم۔مولانا الطاف حسین حالیؔ ۔ارسلان بکس کشمیر۔۲۰۰۰ء۔صفحہ ۳۰۰)

اس کی تشریح میں شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالیؔ ان الفاظ میں فرماتے ہیں :

"رنج میں،خوشی میں،صحت میں،خلوت میں،جلوت میں،اس مشغلے سے اُن کا جی نہیں اکتاتا تھا۔گرمی کی دوپہر میں جب کہ آدمی ضرور تھوڑا بہت آرام کرلیتا تھا۔یہ شخص ہمیشہ تصنیف و تالیف میں مصروف پایا جاتا تھا۔بیماری کی حالت میں بھی اُن کو کبھی نہیں دیکھا کہ دوپہر کو پلنگ پر جا کر کمر سیدھی کی ہو۔بارہا ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ علالت یا کسی اور وجہ سے رات کو نیند اُچاٹ ہوگئی اور اُنھوں نے میز کُرسی پر بیٹھ کر کسی
مضمون کے لکھنے میں صبح کردی۔جہاں اور لوگ بیماری کی راتیں ہائے وائے کرکے بسر کرتے ہیں،وہاں یہ شخص اس دماغ سوز مشغلے سے دل کو بہلاتا تھا۔"

(حیاتِ جاوید۔جلد دوم۔مولانا الطاف حسین حالیؔ ۔ارسلان بکس کشمیر۔۲۰۰۰ء۔صفحہ ۳۰۰)

۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات مسلمانوں کے لئے کافی اذیت ناک رہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں احساسِ کمتری اور ڈر و خوف کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔اور انہیں اپنا مستقبل تاریکی کی سمت بڑھتا نظر آرہا تھا۔ہر سو ایک قسم کی درد بھری آہٹ کا احساس ہونے لگا تھا۔ان حالات میں سر سیّد احمد خاں نے اپنا ایک ہی مشن بنایا وہ تھا مسلم قوم کو احساس کمتری سے باہر نکالنا اور ان میں اپنے مستقبل کو خوشگوار بنانے کا جذبہ پیدا کرنا۔اس کے لئے انہیں ایک ہی راستہ نظر آیا اور وہ تھا تعلیم کا راستہ۔اس کے لئے سر سیّد احمد خاں نے اپنی زندگی وقف کردی۔اب ان کا صرف ایک ہی مشن تھا اور وہ تھا مسلم قوم میں تعلیم کی اہمیت کو واضح کرنا اور خاص کر مغربی جدید تعلیم کو اپنانا اور روزمرّہ کی زندگی میں اسکا استعمال کرنا۔لیکن یہ اتنا آسان نہ تھا کیونکہ ہندوستانی مسلمانوں کو لفظ انگریز سے نفرت تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی پستی کی سب سے اہم وجہ یہ انگریز قوم ہی ہے اور سر سیّد احمد خاں چاہتے تھے کہ ہندوستانی عوام انکے ہی راہ راست پر چلے۔جس کی وجہ سے لوگ سر سیّد احمد خاں کے بھی دُشمن بن گئے۔اور انہیں ہر طرح سے ہراساں کرنے لگے۔سر سیّد احمد خاں ہندوستانی مسلمان اور انگریز حکمرانوں کے درمیان موجود خلش کو دور کرنا چاہتے تھے۔اور انکی ادبی خدمات میں بھی یہی عنصر دکھائی دیتا ہے۔

اس سخت دور میں بھی انھوں نے اپنی سرکاری ذمہ داری اور فرائض کو انجام دیتے رہے۔اور اپنا مشن بھی جاری رکھا لیکن جب اپنے مشن میں سرکاری فرائض کو رُکاوٹ محسوس کیا تو سرکاری فرائض سے سبکدوشی اختیار کرلی۔اور پھر مذہبی اور قومی مصلح کی حیثیت سے اپنی کارکردگی جاری رکھی۔وہ الگ بات ہے کہ مذہبی باتوں میں انھوں نے اعتدالی رویہ کو اپنانے کی کوشش میں اسلام کی کئی باتوں میں حد سے تجاوز کر گئے لیکن انکی سوچ اتنی ہی تھی کہ انگریز حکمرانوں کے دل میں جو مسلمانوں کے لئے نفرت و غصہ پایا جاتا ہے اس میں کمی لائی جائے۔مذہبی اعتبار سے سر سیّد احمد خاں سیّد احمد شہید بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید سے متاثر تھے۔انھوں نے مذہبی تصانیف بھی لکھے،سیاسی اعتبار سے بھی تصانیف تحریر کئے اور ان کے تاریخی تصانیف کا کوئی ثانی نہیں ملتا۔سر سیّد احمد خاں نے ۱۸۵۰ء میں پیرو مرشد کے مروجہ طریقوں کی مذمّت میں "کلمۃ الحقائق" تصنیف تحریر کی۔یہ ایک مذہبی کتاب ہے۔جس میں سر سیّد احمد خاں نے دلیلوں اور مثالوں کے ساتھ پیرو مرشدی کے نام پر غلط رسم و رواج کی پول کھول دی۔" رسالہ راہ سنّت ورد

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal Impact Factor 5.3 ISSN No. 2456-1665

بدعت" عنوان سے ایک رسالہ لکھا جس میں اہل حدیث کے مشرب کے موافق سنّت کی تائید میں اور 'بدعت' کے ردّ میں حوالے دیئے گئے۔اس کتاب کو پڑھکر پتہ چلتا ہے کہ سر سیّد احمد خاں شاہ ولی اللہ تحریک سے کس قدر متاثر تھے۔

۱۸۵۲ء میں سر سیّد احمد خاں نے تصوف پر مبنی" نمیقہ" لکھا۔جس میں تصوف پر روشنی ڈالی گئی جو ایک خط کی صورت میں لکھا۔یہ فارسی زبان میں تحریر کردہ مکتوب ہے۔اسی کے ساتھ امام غزالی کی مشہور کتاب" کیمیائے سعادت" کا اُردو ترجمہ بھی کافی مہارت کے ساتھ کیا گیا۔اس میں سر سیّد احمد خاں نے امام غزالی کی تصنیف" کیمیائے سعادت" کی ابتدائی تین فصلوں کو اُردو میں ترجمہ کیا اور اس تصنیف کا نام "ترجمہ کیمیائے سعادت" رکھا۔یہ کتاب ۱۸۵۳ء میں شائع ہوئی۔اس ترجمہ کو" تصانیفِ احمدیہ" میں شامل کر دیا ہے۔" تبئیین الکلام" اس میں سر سیّد احمد خاں نے توریت و انجیل کی تفسیر بیان کی ہے اور اس کی قرآن و حدیث سے اس کی تطبیق کی گی۔یہ ۱۸۶۲ء میں منظر عام پر آئی۔اس تفسیر کو سر سیّد احمد خاں نے مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان جو خلش پیدا ہو گئی تھی اسے دور کرنے کے لئے لکھا تھا۔سر سیّد احمد خاں انگریزی حکومت میں منصفی کے عہدہ پر فائض تھے جس کی وجہ سے ان کے تعلقات انگریزوں سے زیادہ تھے۔جس کی وجہ سے ان سے ملاقات اور طعام و قیام اکثر ان کے کوٹھیوں پر ہوا کرتا تھا۔ان کے عیسائی مذہب کے لوگوں کے ساتھ ق طعام و قیام پر ہندوستانی عوام کو اعتراضات تھے۔جس کے جواب میں سر سیّد احمد خاں نے ۱۸۶۸ء میں رسالہ "احکام بعام اہل کتاب" تحریر فرمایا۔اس میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانے پینے کے متعلق شریعت اسلامیہ کے احکام پر روشنی ڈالی گئی۔اور سر سیّد احمد خاں نے یہ ثابت کیا کہ انگریز اہل کتاب کے ساتھ کھانا جائز ہے۔سر ولیم میور نے ایک کتاب" لائف آف محمد ﷺ" لکھا۔جس کے جواب میں سر سیّد احمد خاں نے" خطباتِ احمدیہ" لکھا جس میں حضرت محمد ﷺ کی حقیقی زندگی پر روشنی ڈالی گئی جس سے انگریزی حکمرانوں کو مذہب اسلام کی حقیقی تصویر سے واقفیت حاصل ہوئی۔اس کتاب کو سب سے پہلے انگریزی زبان میں ۱۸۷۰ء میں لکھا گیا اور بعد میں ۱۸۸۷ء میں اُردو میں ترجمہ کیا گیا۔ "خطباتِ احمدیہ" سر سیّد احمد خاں کی خالص مذہبی و اسلامی کتاب ہے۔اس میں کل بارہ خطبے شامل کے گئے ہیں۔جس کے پانچویں خطبے میں سر ولیم میور کے اعتراض کا جواب دیا۔

سر سیّد احمد خاں نے لکھا کہ :

"عیسائیوں کی طرح ہمارے مذہب اسلام میں جھوٹ نہیں کہا جاتا اور ہمارے صحابہ کرام ؓ نہایت بلند کردار و اخلاق کے مالک تھے۔"

(سر سیّد احمد خاں۔ایک مفکر اسلام۔فرح جاوید۔کتابی دنیا دہلی۔۲۰۱۱ء۔صفحہ ۵۷)

۱۸۷۱ء میں ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب 'انڈین مسلمس" کا جواب دیا جس میں ڈاکٹر ہنٹر نے ہندوستانی مسلمانوں کے تعلق سے اپنی زہریلی سوچ و فکر بیان کی تھی۔سر سیّد احمد خاں نے اپنی کتاب" ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر ریویو" میں مدّلل انداز میں ڈاکٹر ہنٹر کے زہریلے خیالات کا جواب دیا۔اور ثابت کیا کہ انگریزوں کے ساتھ اختلاف سیاسی و معاشی اعتبار سے ہے نہ کہ مذہبی۔۱۸۸۰ء میں" النظر فی بعض مسائل الامام الغزالی" تحریر کیں۔جس میں حضرت امام غزالی کے بعض رسائل و مسائل پر تنقید کی۔

تاریخ نویسی میں بھی سر سیّد احمد خاں نے ایک اہم رول ادا کیا۔۱۸۴۰ء میں" جام جم" لکھا جس میں ہندوستان کے سلاطینِ مغلیہ کی مفصل تاریخ فارسی زبان میں تحریر کی۔۱۸۴۷ء میں دہلی کی تاریخی عمارات کی تفصیلی معلومات پر ان کی شہرہ آفاق کتاب" آثار الصنادید" لکھی۔جس کو اُردو زبان و ادب میں منفرد مقام حاصل ہے۔راجگان و شاہانِ دہلی کی تاریخ بہ صورت جدول لکھی۔اس کتاب کا نام" سلسلۃ الملوک" رکھا جو ۱۸۵۲ء میں شائع ہوئی۔اس کے بعد سر سیّد احمد خاں نے" تاریخ ضلع بجنور" لکھا۔لیکن اس کا مکمل مسودہ ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں کے نذر ہو گیا۔۱۸۵۸ء میں سر سیّد احمد خاں نے ضلع بجنور پر ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے دوران جن حادثات سے دوچار ہونا پڑا اس کی مفصل روداد" تاریخ سرکشی بجنور" میں تحریر کی۔جس کے مطالعہ سے بجنور کے واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ہندوستانی تاریخ میں ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگِ آزادی ایک اہم باب تصور کیا جاتا ہے۔جس کی رو

سے انگریزوں کا ہندوستان پر مکمل قبضہ ہو گیا۔اور مغلیہ سلطنت کا اختتام ہو گیا۔انگریز حکمران اس بغاوت کے لئے سب سے زیادہ ذمہ دار مسلم قوم کو مانتے تھے۔اس سے مسلمانوں میں احساس کمتری اور ڈر و خوف پیدا ہو گیا۔سر سیّد احمد خاں نے ان تمام حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔انھوں نے ان تمام حالات کا بغور مشاہدہ کیا اور اپنی تحقیق کو ایک کتابی شکل میں شایع کیا جس کا نام" اسبابِ بغاوتِ ہند" رکھا جس میں ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے اسباب بیان کرنے کی کوشش کی گئی وہی مستقبل کے لئے لائحہ عمل بتانے کی کوشش کی گئی۔یہ اُردو زبان و ادب میں اہم کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔

ان تاریخی تصانیف کے علاوہ سر سیّد احمد خاں نے اپنے نانا خواجہ فرید الدّین کی سوانح عمری بھی لکھی۔جو ۱۸۶۴ء میں شائع ہوئی۔سر سیّد احمد خاں کے نانا خواجہ فرید الدین مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی کے دربار میں بطور وزیر اپنی خدمات انجام دے چکے تھے۔اس میں سر سیّد احمد خاں نے اپنے نانا کے زندگی کے اہم واقعات وحالات کو قلمبند کیا ہے۔سر سیّد احمد خاں نے سفر نامہ بھی لکھا۔جب وہ لندن کے سفر پر تھے تو اپنے سفر لندن کے تمام حالات اور وہاں کی معاشرت کی تفصیلی معلومات" سفر نامہ مسافرانِ لندن" میں تحریر کیا۔جو ۱۸۵۹ء میں سائنٹفک سوسایٹی علی گڑھ کے اخبار سے شائع ہوا۔اس میں سر سیّد احمد خاں نے اپنے چھ مہینوں کے سفر کی تفصیلی معلومات لکھی اور اس نتیجہ پر پہونچے کہ انگریزوں کی ترقی تعلیم کی بدولت ہے۔وہ رقم طراز ہیکہ:

"انگریز قوم نے جو اس قدر ترقی کی وہ صرف اس بات کا نتیجہ ہے کہ تمام علوم و فنون اسی زبان میں ہے جو عموماً یا قریب عموماً کے بولی جاتی ہے۔"

(مسافرانِ لندن: سر سیّد احمد خاں۔مجلس ترقی ادب۔لاہور۔۲۰۰۰ء۔صفحہ ۱۸۱)

اس بات سے ان کی انگریز نوازی صاف جھلکتی ہے لیکن تعلیم کی اہمیت وقت کی ضرورت تھی اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔یہاں سر سیّد احمد خاں کے لہجے میں سختی محسوس ہوتی ہے۔لیکن ان کی دور اندیشی کسی نامعلوم خطرات سے آگاہ ضرور کر رہی تھی۔

سر سیّد احمد خاں کا سب سے اہم کام تعلیمی میدان میں رہا۔ان کی ساری زندگی مسلم قوم میں تعلیمی بیداری پیدا کرنے میں گذر گئی۔چونکہ تعلیمی دور اندیشی عمدہ تھی اس لئے تعلیم میں بھی ان کے ادبی کارنامے لائق تحسین ہے۔۱۸۵۹ء میں" گزارش در باب تعلیم اہل ہند" لکھا جس میں ہندوستانیوں کی ابتدائی تعلیم کے متعلق گورنمنٹ آف برٹش کو کچھ اہم مشورے دئے گئے۔یہ انگریزی اور اُردو زبان میں تحریر کیا گیا۔" تحقیق لفظ نصاریٰ" ۱۸۵۹ء میں شائع ہوا۔یہ بھی انگریزی اور اُردو زبان میں لکھا گیا۔اس رسالہ میں سر سیّد احمد خاں نے لفظ" نصاریٰ" کے حقیق معنی بتلا کر انگریزوں کو لفظ" نصاریٰ" کے متعلق غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے۔اسلامی کتابوں میں نصاریٰ کا لفظ انگریزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے یہ غلط فہمی ان کے ذہنوں میں گھر کر گئی تھی۔لیکن سر سیّد احمد خاں نے اس تصنیف کے ذریعے بتلایا کہ حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں یہ لفظ عیسائی لوگوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔جو نفرت پر مبنی نہیں بلکہ ان کے عقیدہ کی مناسبت سے تھا۔جس کی وجہ سے انگریز حاکموں میں مسلمانوں کے لئے نفرت میں کمی واقع ہوئی۔۱۸۷۰ء میں اپنی کتاب" ہندوستان کا طریقہ تعلیم" انگریزی زبان میں لکھا جس میں سر سیّد احمد خاں نے ہندوستان میں رائج انگریزی طریقہ تعلیم پر اپنے اعتراضات کو پیش کیا ہے۔

ر سیّد احمد خاں چونکہ پیشہ منصفی سے منسلک رہے اس لئے انھوں نے اس موضوع پر بھی طبع آزمائی کی۔۱۸۴۱ء میں" انتخابِ الاخوین" تحریر کیا جس میں قوانین دیوانی متعلقہ منصفی کا خلاصہ بیان کیا ہے۔منصفی کے متعلق سر سیّد احمد خاں کی ایک اور تحریر قابل ذکر ہے۔" ترجمہ فیصلہ جات صدر مشرقی ومغربی" ۱۸۴۹ء میں مرتب کی گئی۔جس میں مقدمات کے متعلق اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے قلم بند کئے گئے۔سر سیّد احمد خاں قانون کی اہمیت اور اس کی ضرورت کو سمجھتے تھے اور ان کی یہ خواہش تھی کہ ہندوستانی عوام بھی اس سے واقف ہو اور اس سے استفادہ حاصل کرے۔

اسکے علاوہ" جلاء القلوب بذکر المحبوب ﷺ" ۱۸۴۳ء میں شائع ہوا۔میلاد میں پڑھنے کے لئے خاص یہ تحریر کی گئی۔اس رسالہ میں کل ۶۲ صفحات ہیں۔یہ ایک قدیم طرز کا مولود ہے۔۱۸۴۴ء میں" تحفہ حسن" لکھا جس میں"تحفہ اثنا عشریہ" کے دو بابوں کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا۔"تسہیل فی جر ثقیل" ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے جس میں علم جر ثقیل کے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہے۔اس کتاب کے ذریعے سر سیّد

احمد خاں نے پہلی مرتبہ سائنسی موضوعات کو اپنا زورِ قلم بنایا۔۱۸۶۴ء میں علم ہیئت کے متعلق " ترجمہ فوائد الافکار فی اعمال الفرجار" لکھا۔اس کے بعد

قدیم خیالات کے موافق میں حرکت زمین کے مسلے کی تردید" قول متین در ابطال حرکتِ زمین" میں کی گئی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ان کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔

۱۸۷۶ء میں سر سیّد احمد خاں نے" تفسیر القرآن" تحریر کیا۔لیکن اس کام کو مکمل نہ کر سکے۔اور دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔سر سیّد احمد خاں قرآن کے صرف سات حصے ہی لکھ پائے تھے۔چھ حصّے ان کی زندگی میں ہی شائع ہو چکے تھے اور ساتواں حصّہ ان کی وفات کے بعد ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔ لیکن سر سیّد احمد خاں پر چاروں طرف سے تنقید کی گئی اور ان کے نظریے کو یکسر نظر انداز کیا گیا۔ لیکن یہ تفسیر سب سے مختلف تھی۔مولانا شبلی نعمانی جو سر سیّد احمد خاں کے رفقاء میں شامل تھے لیکن سر سیّد احمد خاں کے مذہبی خیالات سے اختلاف رکھتے تھے۔وہ رقم طراز ہیں کہ :

"زمانہ جانتا ہے کہ مجھ کو سر سیّد کے مذہبی مسائل سے سخت اختلاف تھا اور میں ان کے بہت سے عقائد و خیالات کو غلط سمجھا کرتا تھا۔تاہم اس سے مجھے کبھی انکار نہ ہو سکا کہ ان مسائل کو سر سیّد نے جس طرح اُردو زبان میں ادا کیا ہے کوئی اور شخص کبھی ادا نہیں کر سکتا۔"

(مقالاتِ شبلیؔ (جلد دوّم): شبلیؔ نعمانی۔۔مطبع معارف۔اعظم گڑھ۔۱۹۸۰ء۔صفحہ ۶۴)

سر سیّد احمد خاں کی تحریروں میں بعض مشکل اور ادق الفاظ موجود ہیں۔مگر جزوی اور معمولی باتوں سے سر سیّد احمد خاں کے مضامین و مقالات کی عظمت و رفعت کم نہیں ہوتی۔جہاں بہت سے خوبیاں ان کی تحریروں میں پائی جاتی ہیں وہی کچھ معمولی خامیوں سے ان کے کلام کا رُتبہ کم نہیں ہوتا ہے۔ سر سیّد احمد خاں کی علمی و ادبی خدمات ایک گہرا سمندر ہے جس میں جتنا غوطہ لگاوگے ہر بار نئے موتی ہاتھ آئینگے۔بالالفاظ دیگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ سر سیّد احمد خاں اپنے آپ میں ایک ادبی جامعہ تھے۔یہ بات بالکل صحیح ہے کہ سر سیّد احمد خاں زندگی بھر قوم و ملت کی خدمات بے غرض و بے لوث کرتے رہے۔لیکن ان پر فقرے کسے گئے ان پر فتوے صادر کئے گئے۔ لیکن سر سیّد احمد خاں اپنے ارادے پر مضبوطی سے ڈٹے رہے۔اور بالآخر مخالفین بھی ان کی خدمات کو سراہنے پر مجبور ہو گئے۔سر سیّد احمد خاں کے انتقال پر ان کے کٹّر مخالف اکبرؔ الٰہ آبادی نے یوں خراجِ عقیدت پیش کیں:

ہماری باتیں ہی باتیں ہیں سیّد کام کرتا تھا
نہ بھولو فرق جو ہے کہنے اور کرنے والے میں
کوئی کچھ بھی کہے ہم تو یہی کہتے ہیں اے اکبرؔ
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھی مرنے والے میں

☆ ☆ ☆